حضرت مولانا زاہد الراشدی

دینی مقاصد کیلئے جدید الیکٹرانک میڈیا کا استعمال

مختلف اخبارات میں اے پی پی کے حوالہ سے خبر شائع ہوئی ہے کہ گزشتہ دنوں مکہ مکرمہ میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے سربراہ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی کی زیر صدارت منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے ٹی وی چینل کے اجراء کا اصولی فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے انتظامات کی تیاری ہو رہی ہے۔

دینی مقصد کیلئے ٹی وی چینل کی ضرورت ایک عرصہ سے اس پس منظر میں محسوس کی جارہی ہے کہ یہ آج کے دور میں ابلاغ کا سب سے موثر اور وسیع ذریعہ ہے اور مسلمانوں اور مغرب کے درمیان نظریاتی اور تہذیبی کشمکش میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مسلسل استعمال ہونے والا سب سے زیادہ موثر اور خوفناک ہتھیار ہے جس کے ذریعے اسلام کے عقائد واحکام کے خلاف نفرت انگیز مہم دن بدن وسیع ہوتی جارہی ہے اور مسلمانوں بالخصوص دینی حلقوں کی کردار کشی کی جارہی ہے' ظاہر بات ہے کہ ہتھیار کا جواب ہتھیار سے ہی دیا جاسکتا ہے اور جنگ کا مسلمہ اصول ہے کہ دشمن کے پاس جو ہتھیار موجود ہو' اس سے زیادہ موثر ہتھیار حاصل کرنا یا کم از کم اس درجے کا ہتھیار مہیا کرنا ضروری ہوتا ہے' ورنہ مقابلہ مشکل ہو جاتا ہے۔

چند سال قبل ہم نے بھی ''ورلڈ اسلامک فورم'' کے تحت اس کے لئے کوشش کی تھی کہ اسلام کی دعوت وتبلیغ اور تحفظ ودفاع کے لئے عالمی سطح پر کوئی ٹی وی چینل قائم کیا جائے' اس مقصد کیلئے ہم نے لندن میں متعدد سیمنار منعقد کئے اور مولانا محمد عیسی منصوری' مولانا مفتی برکت اللہ اور راقم الحروف نے متعدد دیگر علماء کرام کے ساتھ مل کر اس کے لئے لابنگ کی' باقاعدہ اس کی فزیبلٹی رپورٹ تیار کرائی اور مسلسل مہم چلائی' مگر ہم وسائل اور انتظامات کے تقاضے پورے نہ کرسکنے کی وجہ سے اس میں کامیاب نہ ہوئے' اس لئے اب اگر مولانا عبدالحفیظ مکی اور ان کے رفقاء اس کی کوشش کر رہے ہیں تو ہمیں اس پر بے حد خوشی ہے اور ہم انکی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

جن دنوں ہم ''ورلڈ اسلامک فورم'' کے تحت اس کے لئے کوشش کر رہے تھے تو بہت سے دوستوں نے ٹی وی کے جواز اور عدم جواز کے حوالہ سے سوال اٹھایا تھا مگر اس وقت ہم نے یہ عرض کیا کہ جہاں اجتماعی ضروریات کی بات ہو اور خاص طور پر حالت جنگ کا مرحلہ ہو تو ضروریات کا ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جہاں فقہائے کرام ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے اصول کے تحت جواز اور عدم جواز سے چشم پوشی کر لیتے ہیں جس کی ایک واضح مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ اسلام نے جہاد وقتال اور جنگ کے جو اصول وضوابط اور احکام وقواعد وضع کئے ہیں اور جناب نبی اکرم ﷺ

نے اس سلسلہ میں جو واضح ہدایات دی ہیں' ان کی رو سے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کا کوئی جواز نہیں بنتا اور بلا تفریق پوری آبادی کو تہس نہس کر دینے والے یہ ہتھیار اسلام کے اصول جنگ سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتے' لیکن چونکہ یہ ہتھیار دشمن کے پاس موجود ہے اور ان سے بچاؤ کے لئے ہمارے پاس بھی اس قسم کے ہتھیاروں کی موجودگی ضروری ہے' اس لئے پوری دنیائے اسلام جواز اور عدم جواز کی بحث میں پڑے بغیر ایٹمی قوت کو بطور ہتھیار اختیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور کہیں سے بھی یہ آواز نہیں اٹھ رہی کہ چونکہ ایٹمی ہتھیار اسلام کے اصول جنگ اور جناب نبی اکرم ﷺ کی ہدایات و تعلیمات کے معیار پر پورے نہیں اترتے' اس لئے ان کے حصول کی کوشش ترک کر دی جائے' بلکہ دینی حلقے عالم اسلام اور مسلم ممالک پر ایٹمی قوت بننے کے لئے زیادہ زور دے رہے ہیں' اسی طرح اگر ٹی وی اسکرین کو بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ اور سب سے موثر طور پر استعمال ہونے والا ایک ہتھیار سمجھ لیا جائے تو میرے خیال میں جواز اور عدم جواز کی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ آج کے دور میں فقہائے کرام کے مسلمہ اصول "الضرورت تبیح المحظورات" کے اطلاق کا اس سے زیادہ صحیح محل اور مصداق شاید اور کوئی معاملہ نہ ہو۔

مگر چونکہ ان دنوں علمی حلقوں میں ٹی وی اسکرین کے جواز اور عدم جواز کی بحث جاری ہے اور دونوں طرف سے اصحاب علم اور ارباب فتویٰ اس کے بارے میں اپنا اپنا موقف دلائل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں' اس لئے ہم بھی اس حوالے سے چند "طالب علمانہ گزارشات" اہل علم کی خدمات میں پیش کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں' اس امید پر کہ اصحاب علم و دانش خالصۃً علمی بنیاد پر اور ملی ضروریات کے پیش نظر ان معروضات کا جائزہ لیں گے اور اس بحث کو کسی منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں گے۔

ٹی وی اسکرین کے عدم جواز پر اصولی طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ یہ تصویر ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے تصویر کو صراحۃً حرام قرار دیا ہے' اس لئے یہ بھی تصویر کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے' یہاں دو باتوں پر غور ضروری ہے' ایک یہ کہ تصویر کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور دوسری یہ کہ کیا ٹی وی اسکرین پر دیکھی جانے والی انسانوں کی نقل و حرکت واقعۃً تصویر کے حکم میں ہے؟ جہاں تک تصویر کا مسئلہ ہے' اس میں کوئی کلام نہیں کہ تصویر حرام ہے اور امت کے اہل علم کا کوئی طبقہ بھی اصولی طور پر اس کے جواز کا قائل نہیں ہے' لیکن کیا تصویر کی اس حرمت کا اطلاق تصویر کی تمام صورتوں پر ہوتا ہے؟ اس میں بہر حال اختلاف موجود ہے' اور یہ اختلاف حضرات صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آ رہا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد روایت کیا کہ جس گھر میں تصویر ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے' لیکن بسر بن سعیدؓ فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر حضرت زید بن خالد جہنیؓ بیمار ہوئے اور ہم ان کی عیادت کے لئے گئے تو ان کے دروازے پر لٹکے ہوئے پردے پر تصویریں تھیں' میں نے وہاں موجود ام المومنین حضرت میمونہؓ کے ربیب حضرت عبیداللہ سے دریافت کیا کہ حضرت زید بن خالد جہنیؓ نے تو

جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہم سے یہ بیان کیا تھا' پھر تصویروں والا پردہ کیوں لٹکا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیا تم نے حضرت زید بن خالدؓ سے مذکور ارشاد نبوی سنتے وقت یہ جملہ نہیں سنا تھا کہ ''الا الرقم فی الثوب'' یعنی وہ تصویر جو کپڑے میں نقش ہو' وہ ممانعت سے مستثنیٰ ہے۔

اسی طرح ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت سہیل بن سعد' حضرت ابوطلحہ انصاری کی بیمار پرسی کیلئے گئے تو انہوں نے وہاں موجود ایک صاحب سے کہا کہ ان کے نیچے جو گدا بچھا ہوا ہے' اسے وہ نکال دے' حضرت سہیلؓ نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اس میں تصویریں ہیں۔ حضرت سہیلؓ۔ نے فرمایا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ نے تصویر کی حرمت بیان کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ''الا الرقم فی الثوب'' کہ کپڑے پر نقش تصویر اس سے مستثنیٰ ہے؟ تو حضرت ابوطلحہ انصاریؓ نے کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے یہ فرمایا تھا' مگر میں اپنے لئے زیادہ بہتر صورت پسند کرتا ہوں۔

بخاری شریف کی مذکورہ روایت کے حوالہ سے حاشیہ میں حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے اس سلسلہ میں مختلف فقہائے کرام کے اقوال و مذاہب نقل کئے ہیں اور قاضی ابن العربی کا یہ تجزیہ بھی نقل کیا ہے کہ تصویروں کے بارے میں احکام کا خلاصہ یہ ہے کہ جسم رکھنے والی صورتیں یعنی مجسمے تو امت کے اجماع کی رو سے حرام ہیں' لیکن کپڑے یا کاغذ پر نقش تصویروں کے بارے میں فقہائے کرام کے چار اقوال ہیں: ایک یہ کہ وہ بھی مطلقاً ممنوع ہیں' دوسرا یہ کہ مطلقاً جائز ہیں' تیسرا یہ کہ اگر تصویر کی ہیئت و شکل باقی ہے تو حرام ہے اور اگر اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور اجزا الگ الگ کر دیئے گئے ہیں تو جائز ہے اور چوتھا قول یہ ہے کہ اگر تصویر کو احترام کے ساتھ رکھا گیا ہے تو ناجائز ہے اور اگر اس کی تعظیم و تکریم نہیں ہوتی تو جائز ہے۔

قاضی ابن العربیؒ نے ان چاروں میں سے تیسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ اگر تصویر کی شکل و ہیئت تبدیل کر دی جائے تو جائز ہے' ورنہ نہیں لیکن حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری موطا امام محمدؒ کے حوالے سے احناف کا موقف حضرت امام محمدؒ کے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں: ''ہم اس قول کو لیتے ہیں کہ اگر تصویر بستر پر یا چٹائی پر یا تکیے پر ہو جس کا احترام نہیں کیا جاتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے' ہاں جو تصویر سیدھی کھڑی کی گئی ہو یا پردے پر لٹکی ہوئی ہو تو وہ مکروہ ہے' یہ قول حضرت امام ابوحنیفہ کا ہے اور ہمارے یعنی احناف کے عام فقہا کا قول بھی یہی ہے۔''

بخاری شریف کے حنفی شارح حضرت علامہ بدرالدین العینیؒ نے بھی ''عمدۃ القاری'' میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ' امام شافعیؒ' امام سفیان ثوریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ کا قول بھی یہی ہے۔

دلائل کی تفصیل میں جائے بغیر ہم نے یہ چند حوالے صرف اس نکتے کو واضح کرنے کے لئے پیش کئے ہیں کہ تصویر کی حرمت پر اصولی طور پر پوری امت کا اجماع و اتفاق موجود ہونے کے باوجود مختلف شکلوں پر اس کے اطلاق کے حوالے سے اختلاف صحابہ کرامؓ کے دور سے چلا آرہا ہے اور یہ اختلاف دو حوالوں سے ہے:

(۱) ماہیت کے حوالے سے کہ کاغذ یا کپڑے پر نقش تصویر پر حرمت کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) مقصد کے حوالے سے کہ جو تصویر احترام کے پہلو سے خالی ہے اور اس کا ادب و احترام نہیں کیا جاتا' وہ حرمت میں شامل ہے یا نہیں؟

جب کہ اس سلسلہ میں احناف کا موقف یہ ہے کہ وہ ادب وحرمت کے پہلو سے خالی ہے اور اس کا ادب و احترام نہیں کیا جاتا' وہ حرمت میں شامل ہے یا نہیں؟

جبکہ اس سلسلہ میں احناف کا موقف یہ ہے کہ وہ ادب وحرمت کے پہلو سے فرق ملحوظ رکھتے ہیں اور جس تصویر میں ادب وحرمت کا پہلو نہیں پایا جاتا' وہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ فقہائے متقدمین کے درمیان پائے جانے والے اس واضح اختلاف کی موجودگی میں بھی اس معاملے میں اس قدر سختی کی کوئی گنجائش ہے کہ عدم جواز کے قول پر ''حرمت قطعیہ'' کا حکم صادر کر دیا جائے۔

اس مسئلہ میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی نقل وحرکت پر تصویر کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟ یہ ایک تکنیکی اور فنی بحث ہے اور بہر حال اجتہادی مسئلہ ہے جس میں مفتیان کرام کے لئے دلائل اور مصالح کے حوالے سے دونوں طرف گنجائش موجود ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کم وبیش اسی طرح کی بحث ہے جیسا کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے جواز اور عدم جواز پر کم وبیش نصف صدی تک بحث جاری رہی ہے' لاؤڈ اسپیکر جب نیا نیا آیا تو ہمارے علمی حلقوں میں یہ بحث چل پڑی کہ اس کا نماز میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور جو مقتدی صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر امام کی اقتداء کر رہا ہے' اس کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس اختلاف کی بنیاد اس نکتہ پر تھی کہ لاؤڈ اسپیکر سے آنے والی آواز امام کی اصل آواز ہے یا اس کی صدائے بازگشت ہے' اگر اصل آواز ہے تو نماز درست ہے اور اگر وہ اس سے مختلف نئی آواز ہے تو' اس آواز پر امام کی اقتداء کرنے والے مقتدی کی نماز درست نہیں ہے' اب جن مفتیان کرام کی تحقیق یہ تھی کہ امام کی اصل آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے بلند اور وسیع ہو کر سامعین تک پہنچ رہی ہے' ان کے نزدیک نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال جائز تھا اور جن کی تحقیق میں لاؤڈ اسپیکر کی آواز امام کی آواز سے مختلف تھی' وہ عدم جواز کا فتوی دیتے تھے۔

خود ہمارے ہاں مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں ہمارے بزرگ اور محترم اور مخدوم حضرت مولانا مفتی عبدالواحد صاحبؒ عدم جواز کے قائل تھے' اور جمعہ المبارک کے اجتماع میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنے سے منع کیا کرتے تھے' لیکن ان کے نائب کے طور پر ۱۹۷۰ء میں جب میں یہاں آیا تو میں نے استعمال کرنا شروع کر دیا' کچھ عرصہ تک حضرت مفتی صاحبؒ نے ایک درمیان کی راہ نکالی کہ وہ لاؤڈ اسپیکر کے ساتھ ساتھ دو تین مکبرین بھی کھڑے کر دیتے تھے' لیکن میرے خیال میں اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں تھی' اس لئے رفتہ رفتہ وہ بھی ختم ہو گئی' ہمارے تبلیغی جماعت

کے حضرات ابھی تک رائے ونڈ کے اجتماع میں نماز کے دوران لاؤڈ اسپیکر استعمال نہیں کرتے' لیکن عمومی طور پر اب کم وبیش ہر جگہ لاؤڈ اسپیکر کا نماز میں استعمال ہو رہا ہے۔

اس سلسلے میں ایک لطیفے کی بات ذکر کرنا بھی شاید نامناسب نہ ہو کہ چند سال قبل مانسہرہ (ہزارہ) میں ''سائنس اور مذہب'' کے حوالے سے ایک سیمینار ہوا جس کا اہتمام ہمارے فاضل دوست پروفیسر عبدالماجد صاحب نے کیا تھا' جو مذہب اور سائنس کے درمیان ڈائیلاگ کے موضوع پر باقاعدہ ایک ادارہ قائم کر کے عالمی سطح پر کام کر رہے ہیں' اس سیمینار کی ایک نشست میں مجھے ''مہمان خصوصی'' کا اعزاز بخشا گیا' اس موقع پر ایک نوجوان نے بڑے تند و تیز لہجے میں سوال کیا کہ مولوی صاحبان کا کیا ہے' وہ تو کل تک لاؤڈ اسپیکر کو بھی حرام کہتے رہے ہیں اور اب کوئی مولوی لاؤڈ اسپیکر کے بغیر نماز نہیں پڑھاتا۔ میں نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کو کبھی کسی مولوی نے حرام قرار نہیں دیا بلکہ نماز میں اس کے استعمال میں اختلاف رہا ہے اور اس میں بھی مولوی صاحبان کا کوئی قصور نہیں ہے' اس لئے کہ مسئلہ تکنیکی نوعیت کا تھا جس کی وضاحت کے لئے علماء کرام نے اصحاب فن سے رجوع کیا' اب جن اصحاب فن نے یہ بتایا کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بولنے والے کی اصل آواز ہوتی ہے' ان کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے علماء کرام کے ایک گروہ نے جواز کا فتویٰ دے دیا اور جن کو یہ بتایا گیا کہ اصل آواز نہیں ہوتی' انہوں نے عدم جواز کا فتویٰ دے دیا' اس لئے اصل اختلاف تو اصحاب فن کا تھا' جو مفتیان کرام کے فتوؤں میں اختلاف کا باعث بن گیا۔ اس میں مولوی صاحبان کا کیا قصور ہے؟ ٹی وی اسکرین کے بارے میں اختلاف بھی میری طالب علمانہ رائے میں اسی نوعیت کا ہے۔ جن اصحاب علم کی رائے یہ ہے کہ یہ تصویر ہے' ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک یہ حرام ہی ہوگی' لیکن جو حضرات اسے تصویر نہیں سمجھتے' وہ اس کے جواز کی بات کریں گے۔

ہم اس سلسلے میں زیادہ تفصیل میں جانے کی بجائے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے چند فتاویٰ کا حوالہ دینا چاہیں گے جن کے نزدیک ٹی وی اسکرین پر نظر آنے والی نقل وحرکت پر تصویر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ کفایت المفتی' جلد نہم میں تصویر اور اسکرین دونوں کے حوالے سے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے متعدد فتاویٰ موجود ہیں جن کا اہل علم کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ ہم ان میں سے تین چار کا ذکر کریں گے۔

جہاں تک تصویر کا تعلق ہے' حضرت مفتی صاحبؒ کا موقف وہی ہے جو جمہور علماء کا ہے' چنانچہ ایک فتویٰ میں وہ فرماتے ہیں کہ: ''تصویر کھینچنا اور کھنچوانا ناجائز ہے' خواہ دستی ہو یا عکسی' دونوں تصویریں ہیں اور تصویر کا حکم رکھتی ہیں' تصویر سے مراد جاندار کی تصویر ہے' خواہ انسان کی ہو' خواہ حیوان کی' البتہ مکانات کے نقشے اور درختوں کی تصویریں ناجائز نہیں ہیں''

جبکہ دوسرے فتویٰ میں تصویر کے بارے میں ان کا ارشاد یہ ہے کہ:

''تصویر بنانے کا حکم جداگانہ ہے اور تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کا حکم جداگان ہے' تصویر بنانے اور بنوانے کا حکم تو یہ

ہے کہ وہ مطلقاً حرام ہے' خواہ چھوٹی تصویر بنائی جائے یا بڑی' کیونکہ علت ممانعت دونوں میں یکساں پائی جاتی ہے اور علت ممانعت مضاہات لخلق اللہ ہے اور تصویر رکھنے اور استعمال کرنے کا حکم یہ ہے کہ اگر تصویر چھوٹی اور غیر مستبین الاعضاء ہو تو اس کو ایسے طور پر رکھنا کہ تعظیم کا شبہ نہ ہو' جائز ہے یا ضرورت کے وقت استعمال کی جائے جیسے سکہ کی تصویر' تو جائز ہے۔ باقی بڑی تصویریں بلا ضرورت استعمال کرنا یا ایسی ضرورت میں رکھنا کہ تعظیم کا شبہ ہو' نا جائز ہے''

لیکن جب حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ سے سینما کی اسکرین کے بارے ئیں دریافت کیا گیا تو انہوں نے ایک جگہ یہ فرمایا کہ: ''سینما اگر اخلاق سوز اور بے حیائی کے مناظر سے خالی ہو اور اس کے ساتھ گانا بجانا اور نا جائز امر نہ ہو تو فی حد ذاتہ مباح ہوگا' لیکن ہمارے علم میں کوئی فلم کسی نہ کسی نا جائز امر سے خالی نہیں ہوتی''

جبکہ ایک اور فتویٰ میں ان کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ: ''سینما میں بہت سی باتیں غیر مشروع شامل ہو جاتی ہیں' مثلاً گانا بجانا' غیر محرم صورتیں' رقص' عریاں مناظر اور ان باتوں کی وجہ سے اس کی مجموعی کیفیت کہ لہو ولعب اور تہیج شہوات نفسانیہ اس کا ادنیٰ نتیجہ ہے۔ ان وجوہ سے سینما دیکھنا نا جائز ہے' بعض صورتوں میں حرام اور بعض میں مکروہ ہے۔

تصویر اور اسکرین دونوں کے بارے میں حضرت مفتی صاحبؒ کے ارشادات کا مطالعہ کیا جائے تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں نکلتا کہ وہ تصویر اور اسکرین دونوں کو الگ الگ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسکرین پر تصویر کا اطلاق نہیں ہوتا اور اگر دیگر ممنوعہ امور سے خالی ہو تو اسکرین ''فی حد ذاتہ مباح'' کا درجہ رکھتی ہے۔

ہماری ایک اور برگزیدہ علمی شخصیت اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے سابق صدر مفتی حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ العزیز کا موقف بھی یہی ہے جیسا کہ ماہنامہ ''نور علی نور'' فیصل آباد نے شوال المکرم ۱۴۲۹ھ کے شمارے میں اس مسئلے میں حضرت مفتی صاحبؒ کا ایک تفصیلی مضمون شائع کیا ہے۔ جس کے آخر میں اس کے خلاصہ کے طور پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی خود یوں فرماتے ہیں کہ: ''خلاصہ یہ ہے کہ ٹی وی اور وی سی آر ان آلات میں سے نہیں ہیں جو صرف لہو ولعب یا گانے بجانے اور کسی گناہ کے لئے بنائے گئے ہیں بلکہ ریڈیو' ٹیلی فون' تار کی طرح آواز اور شکلوں کو دور تک پہنچانے کیلئے ہیں' خواہ ان سے اچھے کاموں میں یہ کام لیا جائے یا برے کاموں میں' جائز میں یا ناجائز میں۔ ان کا حکم آلات لہو ولعب اور گانے کے آلات کا نہیں ہو سکتا کہ جس پر نیک کاموں کی بے حرمتی بنتی ہو' ان میں ہر مباح کام بھی جائز اور نیک کام بھی جائز ہے' قاعدہ فقہیہ یہ ہے کہ جس کے استعمالات بعض حلال' بعض حرام ہوں یا کچھ حلال اور بہت کچھ حرام بھی ہوں تو حلال صورت کی وجہ سے اس کا رکھنا' مرمت کرنا' خرید کرنا' فروخت کرنا سب جائز ہے' اسی قاعدہ سے خشخاش کی کاشت' افیون کی بناوٹ' ان کا خریدنا' فروخت کرنا اور بلا نشہ کی دواؤں میں استعمال سب جائز ہوگا لیکن نشہ کی چیز کا استعمال حرام اور باقی جائز ہے' ایسے ہی یہاں لہو ولعب گانے بجانے اور سب نا جائز کا کم حرام و گناہ ہیں' باقی مباحات' طاعات اور عبادات سب جائز ہیں۔''

جبکہ استاذ العلماء' حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے بارے میں ان کے ایک شاگرد اور آزاد کشمیر۔ معروف مفتی حضرت مولانا مفتی محمد رویس خان صاحب آف میرپور نے ایک بار بتایا کہ حضرت کاندھلویؒ سے ٹی وی اسکرین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ "میاں! یہ چاقو ہے' اس سے خربوزہ کاٹو گے تو جائز ہے اور کسی کا پیٹ پھاڑو گے تو ناجائز ہے۔" اس کا مطلب واضح ہے کہ ان بزرگوں کے نزدیک سینمائی وی اسکرین کا حکم تصویر اور فوٹو سے مختلف ہے اور وہ اس کے جواز یا عدم جواز کی بات ماہیت کے حوالے سے نہیں' بلکہ مقاصد کے حوالے سے کرتے ہیں جیسا کہ خود تصویر کے بارے میں بھی حضرت امام محمدؒ کے بقول احناف کا ذوق یہی معلوم ہوتا ہے۔

اس لئے ہماری طالب علمانہ رائے میں اس قسم کے اجتہادی مسائل میں' جہاں دونوں طرف گنجائش موجود ہو' زیادہ سختی سے کام نہیں لینا چاہیے اور دلائل کے ساتھ ساتھ ملی مصالح اور ضروریات کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے۔ ہم نے ایک جگہ پڑھا تھا اور اپنے ایک مضمون میں اس کا حوالہ بھی دیا تھا کہ مزارعت (یعنی بٹائی پر زمین کاشت کے لئے دینا) حو حضرت امام ابوحنیفہؒ ناجائز کہتے ہیں اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس کے جواز کے قائل ہیں' اس پر معروف حنفی محدث وفقیہ حضرت ملا علی قاریؒ نے دونوں طرف کے دلائل کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے فرمایا تھا کہ دلائل کے حوالے سے حضرت امام صاحبؒ کا موقف قوی ہے' لیکن چونکہ مصلحت عامہ صاحبین کے قول میں ہے' اس لئے فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جاتا ہے۔

اسکرین کے مسئلہ پر ہمارے خیال میں مصلحت عامہ کا تعلق دونوں طرف ہے' ایک جانب عام مسلمانوں کو بے حیائی' عریانی' گانے بجانے اور فحاشی کے ماحول سے بچانے کا جذبہ ہے اور مسلم معاشرہ میں دینی ماحول کا تحفظ مقصود ہے جو ظاہر ہے کہ بہت مبارک جذبہ ہے اور مفتیان کرام کی دینی ذمہ داریوں میں سے ہے' لیکن دوسری طرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹی وی چینلو کے ذریعے پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات کا ازالہ' اسلام عقائد اور احکام کا دفاع اور مسلمانوں کے عقائد ونظریات کا تحفظ بنیادی ہدف ہے اور یہ بھی ہماری ملی اور دینی ضروریات میں سے ہے۔ عام مسلمانوں کی مصلحت ومفاد کا تعلق دونوں طرف سے اور دلائل بھی یقیناً دونوں طرف موجود ہیں۔ اس لئے دلائل اور ترجیحات کی بحث میں پڑے بغیر ہم ارباب دانش اور اصحاب فتویٰ سے یہ گزارش کرنا چاہیں گے کہ وہ دونوں طرف سے دلائل اور مصالح عامہ کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی ایسا متوازن اور باوقار راستہ نکالنے کے لئے اپنی اجتہادی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں کہ "سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے" یہ آج کے دور میں ہمارے ارباب علم وفضل کی اجتہادی صلاحیت وبصیرت کا امتحان ہے اور ہمیں امید ہے کہ ہمیشہ کی طرح ہمارے آج کے مفتیان کرام بھی امت کی علمی وفکری راہنمائی کا کوئی متوازن اور عملی راستہ نکالنے میں ضرور کامیاب ہونگے۔ انشاءاللہ تعالیٰ